سید یونس الحسنی

یرغمال کون؟

چیف ایگزیکٹو جنرل پرویز مشرف نے گذشتہ دنوں ایک مؤقر برطانوی اخبار روز نامہ ''گارڈین'' کے ساتھ انٹرویو میں بہت سی باتیں کیں۔ وطن عزیز کی سیاسی قیادت پر ایک خاص انداز سے تبصرہ کیا۔ دینی قیادت، عوام اور ان کی دین سے دلچسپی پر بحث کی، نتیجہ یہ نکالا کہ

''پاکستان ایک اسلامی ملک ہے۔ لیکن وہ جدید اسلامی ریاست کے حامی ہیں اور یہاں کے ننانوے فیصد عوام بھی یہی چاہتے ہیں۔ یہاں ایک فیصد بھی انتہا پسند/ اسلام پسند نہیں ہیں۔ لیکن یہ بدقسمتی ہے کہ ایک فیصد انتہا پسندوں نے ننانوے فیصد کو یرغمال بنا رکھا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ملک میں اقتصادی بہتری، گڈ گورنس کی بنیاد مستحکم ہوتے ہی تمام منفی طاقتیں یہ دینی ہوں یا سیاسی قابو میں آ جائیں گی۔ لیکن وہ اس بات کے حامی ہیں کہ ہر ایک کو اپنے نقطہ نظر کی وضاحت کی اجازت دی جائے''۔ (روز نامہ جنگ 17 مئی 2001ء)

جنرل مشرف کے اس بھاشن سے شہہ پا کر اگلے روز وزیر داخلہ نے تائیدی سبقت میں ''رانی توپ'' کی گھن گرج والا لہجہ اختیار کیا۔ دینی تنظیموں سے متعلق انکا بیان بھی خاصے کی چیز ہے۔ ''ٹوٹے'' ملاحظہ کیجئے۔

''مذہبی جماعتوں کو عوام کی کوئی تائید حاصل نہیں ہے۔ یہ حکومت کے خلاف تحریک کیوں چلائیں گی۔ ان کو کس نے اختیار دیا ہے کہ وہ حکومت کو مہلت دیں بلکہ ان کو مہلت تو حکومت نے دے رکھی ہے کہ باز آ جائیں۔ اسلام کے نام پر ملک کو بدنام نہ کریں۔ مساجد میں وہی کام کریں جو ان کو کرنا ہے۔ لوگوں کے خون سے ہاتھ نہ رنگیں۔ ہم اپنی گردنیں ان کے حوالے نہیں کر سکتے۔'' (روز نامہ خبریں 22 مئی 2001ء)

جب سے ملک میں فرقہ وارانہ علاقائی یا لسانی تعصبات نے زور پکڑا ہے، تشدد اور دہشت گردی کی انتہا ہو گئی ہے۔ ہر باشعور اور محب وطن فرد، تنظیم یا ادارہ اس غارت گری سے بیزاری کا مسلسل اظہار کر رہا ہے۔ ہر حکومت یہ کدورت انگیز کیفیت ختم کرنے کا دعویٰ کرتی ہے لیکن کوئی ایک وراثتی مسائل اس کے گلے کی پھانس بن جاتے ہیں اور وہ اس سمت میں کوئی قدم اٹھانے سے یکسر قاصر رہتی ہے۔ محولہ بالا بیانات بظاہر اسی سلسلہ کی کڑی ہیں مگر ان میں کچھ ایسے نکات پنہاں ہیں جو ہر مسلمان کے لئے لمحۂ فکریہ فراہم کرتے ہیں۔ مثلاً

۱۔ ☆ پاکستان ایک اسلامی ملک ہے لیکن وہ (جنرل مشرف) جدید اسلامی ریاست کے حامی ہیں۔

۲۔ ☆ یہاں ننانوے فیصد عوام یہی چاہتے ہیں۔

۳۔ ☆ یہاں انتہا پسند/ اسلام پسند ایک فیصد بھی نہیں ہیں مگر انہوں نے بدقسمتی سے ننانوے فیصد عوام کو یرغمال بنا رکھا ہے۔

۴ ...سادی بہتری اور گڈ گورنس کی بنیاد مستحکم ہوتے ہی تمام منفی (دینی) طاقتیں قابو میں آ جائیں گی۔

۵۔ ☆ ہر ایک کو اپنے نکتہ نظر کی وضاحت کی اجازت ہونا چاہیے۔

۶۔ ☆ مذہبی تنظیمیں حکومت کے خلاف تحریک کیونکر چلا سکتی ہیں۔؟

۷۔☆ ان کے پاس حکومت کو مہلت دینے کا اختیار نہیں بلکہ حکومت نے انہیں مہلت دی ہے کہ باز آ جائیں۔

۸۔☆ وہ مساجد میں اپنے کرنے کا کام کریں وہیں تک محدود ہیں۔

۹۔☆ لوگوں کے خون سے ہاتھ نہ رنگیں۔

۱۰۔☆ ہم اپنی گردنیں ان کے حوالے نہیں کر سکتے۔ وغیرہ وغیرہ۔

مذکورہ بالا نکات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے جنرل صاحب پاکستان کو اسلامی ریاست کہتے ہیں لیکن خود جدید اسلامی ریاست پر یقین رکھتے ہیں۔ کتنی عجیب اور ماورائے عقل بات ہے کہ دین اسلام کو قدامت اور جدت میں منقسم کیا جا رہا ہے راقم کی دیانتدارانہ رائے میں وطن عزیز اسلامی نہیں مسلم ریاست ہے۔ اگر اسلامی قوانین وضوابط کا پوری توانائی سے نفاذ کر دیا جائے تو یہ اسلامی مملکت کے قالب میں ڈھل سکتی ہے۔ اس میں جدید اور قدیم کا تصور ہی بے معنی ہے۔ سوال پیدا ہوتا ہے۔ آپ کی من موہنی جدید اسلامی ریاست کیا ہے؟ اس کی ہیئت کذائی کیا ہوگی؟ اس کے اجزائے ترکیبی کس نوعیت کے ہیں؟ لفظوں کی شطرنج بچھانے کی بجائے کھل کر کہیے آپ کیا چاہتے ہیں؟ جدید اسلامی ریاست سے آپ کی مراد ایک لبرل اور نام نہاد رواداری سے بھرپور ریاست ہے تو بندہ کے خیال میں اس کے نین نقش کچھ اسطرح ہوں گے جیسا کہ پہلے بھی لکھا جا چکا ہے بقول آپکے دینی لوگوں کو کھلے ذہن کا ہونا چاہیے اگر ایسا ہو جائے تو اس کھلے ذہن کا تقاضا ہوگا کہ وہ ہر دجل وتلبیس سے سمجھوتہ کریں، کذب کے ہمرکاب ہوں، بے حیائی و بے حجابی سے صرف نظر کریں۔ ظلمت سے عقد باندھیں، نور کا پر چار چھوڑ دیں، طاغوت کو برداشت کریں، کفر پر تحمل برتیں، ارتداد والحاد پر سکوت بہ لب رہیں، بقول جوش ''اعضا کی شاعری'' کنکھیوں سے دیکھیں اور مسکرا کر گذر جائیں، نور جہاں کے گیت سنیں اور بے ساختہ داد دیں، صحابہ پر تبرا ہوتا دیکھیں اور زندہ باد کا نعرہ بلند کریں، کشمیر کی عفت مآب ماؤں، بہنوں اور بیٹیوں کی ردائے حرمت تار تار ہونے کی خبرسنیں اور تحسین و آفرین کے ڈونگرے برسائیں۔ نفاذِ اسلام ے مطالبہ سے دست کش ہو جائیں، تحفظ ختم نبوت کی بات ترک کر دیں، توہین رسالت ایکٹ قائم رکھنے کی ضد چھوڑ دیں، افغانوں کو بے یار و مددگار مرنے دیں، بسنت دھوم دھڑ کے سے منائیں، نیکریں بلکہ جانگیے پہن کر پھریں، امریکہ کی مخالفت بند کر دیں، حضرت مولانا کی بجائے ہز ایکسیلنسی کہلائیں اور ہز ماسٹرز وائس بن کر رہیں تو ٹھیک ہے............ آپ نے کہا کہ ننانوے فیصد عوام بھی ایسی ہی جدت طراز ریاست چاہتے ہیں بالکل غلط سوچ ہے۔ یہ روشن خیالی نہیں بے غیرتی کی انتہا پر پہنچے ہوئے کسی خطہ زمین کا نقشہ ہے جسے کوئی ذی شعور قبول نہیں کر سکتا گھر سے ذرا باہر نکلئے اور نعرہ لگایئے پاکستان کا مطلب کیا؟ گنتی کیجئے گا کتنے فیصد لوگ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہہ کر جواب دیتے ہیں پھر سینے پر ہاتھ رکھ کر کہئے گا کس نے کس کو یرغمال بنا رکھا ہے آپ کے پیش کردہ اعداد و شمار نادرست ثابت ہونگے۔

وثائق یہودیت (PROTOCOLLS) میں صاف طور پر لکھا ہے کہ

''ہمیں چاہیئے جہاں کہیں لبرل لوگ ہوں انہیں مسلمانوں پر مقتدر کریں پھر انکے ذریعے اقتصادی اور انتظامی بہتری کی کیفیات پیدا کریں تا کہ ان بہترین اور جاذب نظر پالیسیوں کے مستحکم ہوتے ہی مسلم دینی تنظیموں پر اپنی گرفت سخت کر دی جائے کہ وہ عضوِ معطل ہو کر رہ جائیں۔ یہی ہمارے نکتہ عروج کا آغاز ہوگا۔ (بہت سے وثائق کا اجمال)

جنرل صاحب آپ اپنے بیان پر غور کیجئے کس کی بولی بول رہے ہیں کہ گڈ گورنس اور اقتصادی بنیاد مستحکم ہوتے ہی تمام منفی (دینی) طاقتیں قابو میں آ جائینگی'' صاف ظاہر ہے کہ پاکستان کی دینی جماعتیں آپ کو منفی اور بے سرو پا بے لباس تہذیب کے افکار و

نظریات مثبت لگتے ہیں کمال اتا ترک کو آئیڈیل بنانے کا یہ لازمی نتیجہ ہے جس پر سوائے افسوس کے کچھ نہیں کیا جاسکتا یہی بد قسمتی ہے۔

جناب والا! آپ کے وزیر داخلہ بھی کسی سے کم نہیں وہ شاہ سے بڑھ کر شاہ کی وفاداری کا رول کسی منجھے ہوئے اداکار کی طرح نبھا رہے ہیں۔ انہوں نے آج تک قوم سے جتنے بھی وعدے کئے خود انہی کی جفاؤں سے نیم بسمل ہو کر رہ گئے امریکہ کے معاملہ میں وہ ہمیشہ منقار زیر پر رہے البتہ دینی جماعتوں کیلئے انکی زبان کترتی ہو جاتی ہے۔ آپ سے ہم آواز ہو کر انہوں نے کہا دینی جماعتیں کیونکر تحریکیں چلا سکتی ہیں۔ مہلت انہوں نے نہیں ہم نے انہیں دی ہے کہ باز آ جائیں اپنا کام مساجد تک رکھیں، لوگوں کے خون سے ہاتھ نہ رنگیں'' کمال کی بات ہے اسلامی جمہوریہ پاکستان کو اتنا بے خبر وزیر داخلہ آج تک نہیں ملا تاریخ شاہد ہے کہ علماء نے جب بھی کسی تحریک کی نیو اٹھائی معاشرے پر اس کے غیر معمولی اثرات مرتب ہوئے جن کا دائرہ عامۃ الناس کے کچے گھروندوں سے لیکر کنکریٹ کے تعمیر شدہ ایوانِ اقتدار تک پھیلا ہوا ہے مختلف تذکار میں بہت سے واقعات ملتے ہیں آج بھی اگر کوئی ایسی صورت حال پیش آئی تو دینی تنظیمیں خندہ پیشانی سے تمام مشقتیں اٹھا کر پوری استقامت سے دین کا دفاع کرنے کو تیار ملیں گی 1948ء کی تحریک اسلامی دستور، 1953ء کی تحریک مقدس تحفظ ختم نبوت، 1974ء میں اس کا دور ثانی جس کے نتیجے میں قادیانی کافر تسلیم کیے گئے، گذشتہ دنوں مختلف جگہوں پر ہونیوالے کئی کئی لاکھ کے اجتماعات یہ سب اس امر کی نشانیاں ہیں کہ علمائے امت ننانوے فیصد عوام کے غیر متنازعہ نمائندے ہیں۔ ووٹوں کے ذریعے ان کے قد کاٹھ کی پیمائش کرنا ایک غلط مفروضے کے سوا کچھ نہیں یہ بالکل درست ہے کہ علماء نے بوجوہ حکومت کو مہلت دے رکھی ہے۔ معین حیدر دھوکے میں نہ رہیں۔ آج کی حکومتیں ایجنسیوں کے ذریعے غارت گری کا ارتکاب کرتی اور مختلف طبقات کو باہم لڑاتی ہیں کہ خود اپنا وجود برقرار رکھ سکیں۔ صیہونیت کی در پردہ تعلیم یہی کچھ سکھاتی ہے کہ دینی قیادت باری باری مرواؤ اور ملبہ بھی انہی کی جماعتوں پر ڈال دو۔ دینی طلبہ تو کسی بے گناہ کے خون سے ہاتھ رنگنے کا سوچ بھی نہیں سکتے۔ دفاع اسلام کا تقاضا ہے کہ خانقاہوں، مساجد اور مدارس سے نکل کر رسم شبیری ادا کی جائے۔ دینی تنظیموں کی تاریخ کا مطالعہ کر لیجئے انکی کامیابی یا ناکامی کا تناسب معلوم ہو جائیگا یہ کام مساجد تک محدود ہو کر نہیں ہوسکتا باہر نکلنا ہی پڑتا ہے، آپ کی منطق غلط ہے۔

پاکستان کی ترپن سالہ تاریخ میں یہی کچھ ملتا ہے کہ ہمارے حکمرانوں نے اللہ اور اس کے رسول آخرین صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کو تختۂ مشق بنائے رکھا، منافقت کو چھپانے کیلئے علماء کو عدم اتحاد کے طعنے دیے، اس کے نفاذ کو روکنے یا موخر کرنے کیلئے فرقہ واریت کے عذر تراشے، حیلہ گری کے ایسے ایسے لطائف ہیں کہ پناہ باخدا۔ ..... فرار کے یہ ہمہ جہت منصوبے اور حیلے تراش کر الزام دیا جاتا ہے ''ہم کون سے فرقے کا اسلام نافذ کریں'' اپنے اندر کی غلاظت کو بچانے کے لئے دینِ فطرت کو فرقوں میں منقسم کر کے محدود کر دیا جاتا ہے۔ لوگوں کو مکمل بدظنی میں مبتلا کرنے کی ناپاک کوشش کر کے بیان داغا جاتا ہے کہ ایک فیصد اسلام پسندوں نے ننانوے فیصد کو یرغمال بنا رکھا ہے...... غیر جانبداری سے فیصلہ کیجئے یرغمال کون ہے؟ ایک فیصد بے دین، فاش نام نہاد سیکولرائز ڈ گھامڑوں نے ننانوے فیصد اسلام پسندوں کو دام ہمرنگ زمین میں پھنسا رکھا ہے۔ اب عشاق اسلام اس جال کو بزور توڑ رہے ہیں۔ اس راہ میں جو آئے گا اس کی گردن بہر حال ناپی جائیگی کوئی چاہے یا نہ چاہے اور یہی صدائے زمانہ ہے بقول کسے ؎

''بہت قریب ہے اب خیمۂ نگارِ سحر''